مولانا محمد شہاب الدین صاحب ندوی
جنرل سکریٹری فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ۔ بنگلور

اسلام میں طلاق کا قانون

اور اس کا فلسفہ

اللہ تعالیٰ نے تمام حیوانات و نباتات کو جوڑے جوڑے بنا کر پیدا کیا ہے۔ یعنی تمام جانداروں کو نر و مادہ کے روپ میں ڈھالا ہے۔ تاکہ ان کے ملاپ سے ان کی نسلیں مشیت الٰہی کے تحت تسلسل کے ساتھ جاری رہیں۔ اور جدید تحقیقات کے مطابق یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ پیڑ پودوں میں بار آوری کا یہ عمل نہایت درجہ حیران کن طریقوں سے عمل میں آتا ہے۔ جو کارسازِ عالم کی ربوبیت اور اس کی کرشمہ سازیوں کا ایک انوکھا روپ ہے۔

حیوانی دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ہر نوع اور ہر صنف میں ایک دوسرے کے لئے کشش و الفت رکھ دی ہے تاکہ وہ ایک دوسرے کی طرف کھنچ سکیں۔ اور ان کے درمیان میل ملاپ کا سلسلہ جاری رہے۔ مگر جہاں تک نوع انسانی کا تعلق ہے۔ اس پر خالقِ کائنات نے چند قیود و پابندیاں عائد کر کے دیگر انواعِ حیات کے برعکس آزاد جنسی تعلق کو ممنوع قرار دیا ہے۔ کیونکہ انسان محض ایک حیوان یا کوئی پیڑ پودا نہیں بلکہ اشرف المخلوق ہے جس کو ذہنی و اخلاقی شعور سے بھی سرفراز کیا گیا ہے۔ اور اسی ذہنی و اخلاقی شعور کی بنا پر اسے ایک ذمہ دار اور مہذب ہستی قرار دیا گیا ہے۔ اور اس منصب سے دیگر تمام انواعِ حیات محروم ہیں۔

مجرد جنسی لذت طلبی ممنوع | اللہ تعالیٰ نے نوع انسانی کے لئے جب آزاد جنسی تعلق کو ممنوع قرار دیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اب ایک محدود و ازدواجی زندگی گذارے۔ اور اس کے لئے اس نے نکاح کا ضابطہ تجویز کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام آسمانی مذاہب میں لوگوں کو نکاح کی ترغیب دی گئی ہے۔ اور "سفاح" یعنی بغیر نکاح کے کسی عورت سے جنسی تعلق قائم کرنے (زناکاری) سے منع کیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مردوں اور عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو محض جنسی لذت کی خاطر بے راہ روی میں مبتلا ہوں اور آزاد جنسی تعلقات کے خواہشمند ہوں۔ یا محض تنوع اور لطف اندوزی کی خاطر میاں بیوی کو طلاق دینے والا اور بیوی میاں سے طلاق طلب کرنے والی ہو۔ چنانچہ ارشاد رسول ؐ ہے۔

لَعَنَ اللّٰہُ الذَّوَّاقِیْنَ وَالذَّوَّاقَاتِ — اللہ لعنت کرے جنسی چسکہ اٹھاتے رہنے والے مردوں اور ایسی عورتوں پر۔

غرض اسلام میں جس طرح آزاد جنسی تعلق اور خفیہ آشنائی و داشتہ گری کی ممانعت ہے اسی طرح جنسی عیاشی کی خاطر اپنی منکوحہ عورت کو بلا وجہ طلاق دے کر کسی دوسری عورت سے بیاہ رچانا بھی سخت ناپسندیدہ فعل ہے چنانچہ سورۂ نساء میں جہاں پر محرمات (وہ عورتیں جن سے کسی صورت میں نکاح نہ ہو سکے) کا بیان آیا ہے وہاں پر یہ بھی جتا دیا گیا ہے کہ باقی عورتیں (غیر محرمات) صرف اسی صورت میں حلال ہو سکتی ہیں جب کہ وہ قیدِ نکاح میں آچکی ہوں۔ یعنی آزاد شہوت رانی نہ پائی جاتی ہو۔

وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّاوَرَاءَ ذٰلِکُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِکُمْ مُّحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ — اور ان (محرمات) کے سوا باقی عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں، اس طرح کہ مال خرچ کر کے ان سے نکاح کرو بشرطیکہ اس سے مقصود عفت قائم رکھنا ہو نہ کہ شہوت رانی کرنا (نساء ۲۴)

اس کی مزید وضاحت سورہ مائدہ میں اس طرح کی گئی ہے۔

اِذَا اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ وَلَا مُتَّخِذِیْ اَخْدَانٍ (مائدہ ۵) — جب کہ تم ان عورتوں کے مہر انہیں دے دو اس طور پر کہ تم قیدِ نکاح میں آجاؤ نہ کہ بدکاری کرنے والے اور نہ خفیہ آشنائی کرنے والے

زناکاری میں معاشرے کی تباہی اس اعتبار سے اسلامی شریعت میں نکاح کی ترغیب دی گئی ہے اور بے نکاحی جنسی تعلقات یعنی زناکاری کی سخت مذمت کی گئی ہے۔ اسلام میں زناکاری ایک سخت ترین معاشرتی گناہ اور قابلِ تعزیر جرم ہے۔ اگر کوئی شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت اس فعل بد میں مبتلا ہو جائیں تو اس کی سزا ان دونوں کی سنگساری ہے۔ لہٰذا اپنی جنسی خواہش کو پورا کرنے کے اسلام مرد اور عورت کو حلال طریقہ اختیار کرنے یعنی نکاح کا ذریعہ اپنانے کی تاکید کرتا ہے۔ تاکہ معاشرے میں بداخلاقی اور جنسی مفاسد فروغ نہ پائیں جو اس کی تخریب و تباہی کا باعث ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جس معاشرے میں آزاد جنسی تعلقات یا زناکاری کا دور دورہ ہو اس کا خاندانی نظام ٹوٹ جاتا ہے لاوارث اور حرامی بچوں کی بہتات ہو جاتی ہے۔ افراد معاشرے کی اخلاقی حالت گر جاتی ہے۔ اور وہ بہت سے امراض خبیثہ کا شکار بھی ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ آج مغربی ممالک میں جنسی انارکی اور انتشار کی بدولت حالات بد سے بدتر ہو گئے ہیں۔ اور اس سلسلے میں جو اعداد و شمار ہمارے سامنے آتے ہیں وہ حد درجہ ہولناک ہیں۔ اسی وجہ سے، اسلام میں آزاد جنسی تعلقات یا زناکاری کی سخت سے سخت سزا تجویز کی گئی ہے تاکہ لوگوں کو اس سے عبرت حاصل

ہو۔ اور اس کی برائی ان کے ذہن ودماغ میں بیٹھ جائے۔

طلاق کا جواز کس لئے؟ جس طرح ایک سماجی بندھن ہے جو مرد اور عورت کو ایک رشتہ میں منسلک کر دیتا ہے۔ اسی طرح طلاق ایک ایسا اعلان ہے جو دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کرتا ہے۔ نکاح کا مقصد گھریلو تعلقات کی استواری اور طرفین کا اپنی اپنی ذمہ داریوں کو خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کرتے رہنا ہے۔ مگر بعض اوقات اختلاف مزاج یا طرفین میں سے کسی کے ظلم وزیادتی یا دیگر وجوہات کی بنا پر اپنی ذمہ داریوں کو خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کرنا ممکن نہیں رہتا۔ ایسی صورت میں جب معاملہ حد سے بڑھ جائے۔ اور کسی اصلاح کی امید ہی باقی نہ رہ جائے تو پھر شریعت اجازت دیتی ہے کہ طلاق یا خلع کے ذریعہ اس معاشرتی بندھن سے چھٹکارا حاصل کر لیا جاتے۔ بلکہ بعض اوقات شر سے بچنے کے لئے اس قسم کا چھٹکارا حاصل کر لینا ہی زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ تاکہ مزید خرابیاں پیدا نہ ہونے پائیں۔

اسلام عیسائیت اور قدیم ہندومت کی طرح طلاق کو قانوناً ناجائز قرار نہیں دیتا۔ جن کی نظروں میں طرفین کو سوائے موت کے کوئی چیز ایک دوسرے کو جدا نہیں کر سکتی۔ ظاہر ہے کہ نکاح سے مقصود ازدواجی تعلقات کی خوشگواری اور خاندانی وعائلی نظام میں رخنہ پڑنے کا اندیشہ پیدا ہو جائے تو پھر ایسا بندھن کس کام کا جو ایک رستا ہوا ناسور اور معاشرہ کا پھوڑا بن جائے؟ ظاہر ہے کہ نکاح کا مقصد صرف اتنا ہی نہیں ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت کسی نہ کسی طرح ایک رشتے میں بندھے رہیں۔ خواہ ان کے باہمی تعلقات کتنے ہی خراب کیوں نہ ہو گئے ہوں! طبیعتوں اور مزاجوں کا اختلاف ایک امر واقعہ ہے۔ اس کے علاوہ بعض مخصوص سماجی عوامل ایسے بھی ہوتے ہیں جو اس اختلاف کو اور زیادہ ہوا دینے والے ہوتے ہیں۔ مثلاً طرفین کے خاندانی روابط میں بگاڑ اور ایک دوسرے کے ساتھ مخالفانہ ومخاصمانہ رویہ وغیرہ۔ اور بعض اوقات یہ تمام اسباب وعوامل مل کر مرد کو طلاق دینے پر اور عورت کو خلع حاصل کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔

اسلام چونکہ ایک فطری اور عقلی مذہب ہے اس لئے اس کے تمام احکام بھی علم وحکمت سے لبریز ہیں چونکہ اسلام نے آزادانہ جنسی تعلق یا زناکاری کو حرام اور قابل تعزیر جرم قرار دیا ہے۔ لہٰذا جب میاں بیوی کے تعلقات بگڑ جائیں اور ان دونوں میں کسی بھی طرح صلح نہ ہو سکے تو بہتر یہی ہے کہ ان دونوں کا راستہ الگ الگ کر دیا جائے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اس کشیدہ اور ابتر صورت میں زبردستی ان کو باندھ کر رکھنے کا نتیجہ زناکاری یا خفیہ جنسی تعلق کا دروازہ کھولنا ہوگا مگر اسلام نے چونکہ پہلے ہی اس پر بندش لگا دی ہے تو اب دوسرا راستہ سوائے طلاق کے اور کچھ نہیں ہے اور اسی میں ان دونوں کا بھلا ہے یہ ہے اسلام میں عقلی اعتبار سے طلاق کی حکمت۔

طلاق سخت ناپسندیدہ چیز: مگر اس موقعہ پر یہ بات بھی خوب اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ نکاح اگرچہ بظاہر ایک معاشرتی وعمرانی معاہدہ نظر آتا ہے۔ مگر درحقیقت وہ تجارتی معاملات کے برعکس تعبدی حیثیت کا حامل بھی دکھائی دیتا ہے

کیونکہ وہ ایک اعتبار سے سنت وعبادت کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔ یعنی اس میں یک گونہ مذہبی تقدس کا عنصر بھی شامل ہے اگرچہ وہ ایک "اٹوٹ بندھن" نہ ہو۔ اسی وجہ سے دیگر تمدنی معاملات کے برعکس نکاح کے بندھن کو بلاوجہ توڑنا یعنی طلاق دینا اسلام کی نظر میں سخت ناپسندیدہ بات ہے۔ کیونکہ وہ حقیقتاً دو خاندانوں کے بگاڑ کا سبب ہے جس کی وجہ سے بسا اوقات معاشرے میں سخت قسم کا انتشار پیدا ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق کو حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں چند حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احل اللہ شیئاً ابغض الیہ من الطلاق	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے طلاق سے زیادہ ناپسندیدہ کسی چیز کو حلال نہیں کیا[1]
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا معاذ! ما خلق اللہ شیئاً علی وجہ الارض احب الیہ من العتاق۔ ولا خلق شیئاً علی وجہ الارض ابغض الیہ من الطلاق	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے معاذ! اللہ نے روئے زمین پر غلام کو آزاد کرنے سے زیادہ پسندیدہ کوئی چیز پیدا نہیں کی اور اسی طرح روئے زمین پر طلاق سے زیادہ ناپسندیدہ کوئی دوسری چیز بھی پیدا نہیں کی[2]
انّ من ابغض الحلال الی اللہ الطلاق	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے سخت ناپسندیدہ چیز طلاق ہے[3]
تَزَوَّجُوا ولا تطلّقوا، فانّ الطلاق یَهتزُّ منهُ العرش	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکاح کرو اور طلاق مت دو کیونکہ طلاق کی وجہ سے عرش ہلنے لگتا ہے[4]

اس اعتبار سے دیکھا جائے تو نظر آئے گا کہ اسلام میں نکاح کی حیثیت نہ تو قدیم عیسائیت اور ہندومت کی طرح "جنم جنم کا بندھن" ہے اور نہ محض ایک تمدنی یا سماجی بندھن کہ جب چاہا معاہدہ کر لیا اور جب چاہا توڑ دیا بلکہ ایسا کرنا یعنی "ذوّاقیت" یا محض لطف اندوزی کی خاطر نکاح کرتے رہنا سخت مذموم و معیوب ہے جیسا کہ

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الطلاق، ۲/ ۶۳۱ مطبوعہ حمص (شام) [2] سنن دارقطنی کتاب الطلاق ۴/ ۳۵ مطبوعہ قاہرہ ۱۳۸۶ھ [3] ثعلبی، منقول از تفسیر قرطبی ۱۸/ ۱۴۹ [4] ایضاً

بعض حدیثوں میں اس کی مذمت کی گئی ہے۔

لا تطلقوا النساء الا من ریبۃ	عورتوں کو طلاق مت دو کسی (قوی) شبہ کے۔
فان اللہ عز وجل لا یحب	کیونکہ اللہ محض جنسی مزہ لینے والے مردوں اور
الذواقین والذواقات	جنسی مزہ لینے والی عورتوں کو پسند نہیں کرتا[1]

طلاق کب جائز اور کب ناجائز ہے حاصل یہ کہ طلاق دینے کے معاملے میں سخت احتیاط اور توازن کی ضرورت ہے طلاق نہ دینے کی صورت میں جس طرح خرابیاں پیدا ہوسکتی ہیں اسی طرح طلاق دینے کی صورت میں بھی بگاڑ پیدا ہوسکتا ہے لہذا طلاق دینے سے پہلے ان دونوں پہلوؤں پر ہر اعتبار سے سوچ لینا چاہئے۔ اور علماء نے لکھا ہے کہ طلاق کے جائز یا ناجائز ہونے کے اعتبار سے اس کی چار مندرجہ ذیل قسمیں ہیں۔

۱۔ واجب ۲۔ مستحب ۳۔ حرام ۴۔ مکروہ

۱۔ طلاق اس وقت واجب ہوتی ہے جب میاں بیوی کے جھگڑے میں فیصلہ کرنے والے ثالثوں کی رائے یہ ہو کہ ان دونوں کو الگ کر دینا ہی بہتر ہے۔

۲۔ طلاق مستحب اس وقت ہوتی ہے جب میاں بیوی متفق نہ ہوں۔ اور دونوں کے درمیان شدت اختیار کرلے۔ اس صورت میں گناہ سے بچنے کے لئے دونوں کا الگ ہو جانا ہی بہتر ہے۔

۳۔ طلاق ناجائز یا حرام اس صورت میں ہوتی ہے جب عورت مدخولہ (مباشرت کی ہوئی) ہونے کی صورت میں حیض کی حالت میں ہو یا اسے طُہر (عورت کی پاکی کی حالت) میں ہو جس میں وہ عورت سے مباشرت کر چکا ہو۔

۴۔ اور طلاق مکروہ (ناپسندیدہ) اس صورت میں ہوگی جب کہ میاں بیوی کے تعلقات درست (نارمل) ہوں اور دونوں ایک دوسرے کے حقوق ادا کر رہے ہوں[2]

اور بعض فقہا نے یوں لکھا ہے کہ:۔

(۱) طلاق اس وقت واجب ہوتی ہے جب مرد کسی جنسی عیب کی بنا پر اپنا وظیفہ طبعی ادا کرنے پر قادر نہ ہو۔ یا عورت کا نفقہ (خرچہ) ادا نہ کر سکتا ہو۔ اس صورت میں عورت کو حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے لئے طلاق کا مطالبہ کرے اور ایسی حالت میں مرد پر شرعاً واجب ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔ کیونکہ ایسی صورت میں عورت کو بد اخلاقی یا بے آبروئی میں مبتلا ہونے یا کسی مشکل میں پڑ جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔

---

[1] ثعلبی، منقول از تفسیر قرطبی ۱۴۹/۱۸

[2] تفسیر ابن جوزی ۲۶۴/۱ مطبوعہ دمشق۔ نیز شرح مسلم از نووی ۶۱/۱۰-۶۲ مطبوعہ۔

۲۔ طلاق اس صورت میں حرام ہوگی جب اس کی وجہ سے شوہر کو اپنی عورت یا کسی اجنبی عورت کے ساتھ حرام کاری میں مبتلا ہونے یا لوگوں کے حقوق غصب کرنے کا اندیشہ ہو۔

۳۔ طلاق مکروہ اس صورت میں ہوگی جب بغیر کسی سبب کے دی جائے کیونکہ ایسا کرنا اصلاً ناجائز ہے۔

۴۔ اور طلاق مستحب اس وقت ہوگی جب عورت بداخلاق ہو۔ چاہے وہ بدکار ہو یا گستاخ یا نماز روزہ وغیرہ فرائض ترک کرنے والی ہو۔ [1]

طلاق کا حق مرد ہی کو کیوں؟
غرض اس موقعہ پر ایک اہم سوال یہ ہے کہ طلاق دینے کا حق کس کو ہے؟ آیا مرد کو یا عورت کو؟ تو اسلام نے یہ حق اصلاً مرد کو دیا ہے کہ وہ اپنی صوابدید کے مطابق سوچ سمجھ کر اس حق کو استعمال کرے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ فطری وطبعی اعتبار سے عورت کے مقابلے میں مرد میں تحمل، بُردباری اور دوراندیشی کا مادہ زیادہ ہوتا ہے۔ اور اس لحاظ سے ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دینے سے پہلے ہزار بار اپنے مستقبل کے بارے میں سوچے گا کہ اسے طلاق دینی چاہیئے یا نہیں؟ اور جب وہ طلاق دینے کا فیصلہ کر ہی لے گا تو اس کا یہ فیصلہ طویل غور وخوض کا نتیجہ ہوگا۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مرد کے اوپر عورت کے مقابلے میں ذمہ داریاں بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ معاشی کفالت وخبرگیری کا بوجھ بھی اس کے کندھوں پر رہتا ہے۔ اور صاحب اولاد ہونے کی صورت میں تو وہ سراپا ذمہ دار بن جاتا ہے۔ لہذا وہ طلاق دینے سے پہلے ان تمام پہلوؤں پر اچھی طرح سوچ لیتا ہے کہ اس اقدام کے نتیجے میں اسے کیا کیا نقصان ہوسکتے ہیں۔

اس کے برعکس اسلامی قانون کی رو سے عورت پر معاشی ذمہ داریوں کا بوجھ نہیں ڈالا گیا اس وجہ سے عورت کو یہ حق نہیں دیا گیا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر عورت کو بھی یہ حق دے دیا جاتا تو چونکہ وہ زیادہ جذباتی ہوتی ہے اس لئے وہ بغیر غور وفکر کے بات بات طلاق دیتی۔ پھر بھی اسلام نے عورت کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے خلع کا حق دیا ہے اگر وہ چاہے تو کسی معقول بنیاد پر مرد سے علیحدگی کا مطالبہ کرسکتی ہے اور اس اعتبار سے اسلامی شریعت نے نہایت درجہ دانشمندانہ طور پر عورت اور مرد دونوں کی فطرت اور طبیعت کو ملحوظ رکھتے ہوئے صد درجہ منصفانہ اور مناسب حال احکام جاری کئے ہیں۔

طلاق ایک پرائیویٹ معاملہ
طلاق مرد اور عورت کا ایک پرائیویٹ معاملہ ہے کیونکہ وہ دونوں ایک دوسرے کے رازداں ہوتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کی کمزوریوں سے بھی بخوبی واقف۔ لہذا بعض ناگزیر وجوہ کی بناء پر نوبت جب طلاق پر آجاتی ہے تو بہتر یہی ہوتا ہے کہ طلاق کے اسباب کو مخفی ہی رکھا جائے۔ ایک دوسرے کی کمزوریوں کو معاشرہ

---

[1] کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۴/۲۹۷ مطبوعہ بیروت

میں طشت ازبام نہ کیا جائے جس کی وجہ سے مزید خرابی اور مفسدہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔ اسلام نے ان تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے مرد کو طلاق کا اور عورت کو خلع کا حق دیا ہے۔ جو ہر فرد کا شخصی و ذاتی حق ہے۔ اب اس شخصی و انفرادی حق کو حکومت یا عدالت کی طرف منتقل کرنا اور طلاق کی ضرورت کو عدالت کے ذریعے ثابت کرانے کی کوشش کرنا اسلام کے عطا کردہ شخصی و انفرادی آزادی کو چھیننے کے مترادف ہے۔ قرآن مجید تو اس مسئلے میں صاف صاف کہتا ہے

الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ (بقرہ ۲۳۷)　وہ شخص جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔

اس کی شرح میں ایک حدیث منقول ہے کہ عقدۂ نکاح کا مالک شوہر ہے[1]

اس کا مطلب یہ ہے کہ نکاح مکمل ہوجانے کے بعد نکاح کو قائم رکھنے یا ختم کرنے کا مالک شوہر ہے۔ اور وہی طلاق دے سکتا ہے۔

غرض طلاق دینے یا نہ دینے کا اختیار صرف شوہر کو ہے اور یہ حق کسی اور کی طرف منتقل نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح وہ کسی کی اجازت پر بھی موقوف نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اس صورت میں اس کا یہ شرعی حق چھیننا یا اس پہ پابندی عائد کرنا ہوگا جو جائز نہیں ہے۔

طلاق کا صحیح طریقہ اور اس کی حکمت

مذاہب عالم اور خصوصاً یہودیت و عیسائیت میں نکاح و طلاق کے ضوابط کے سلسلے میں جو سختیاں موجود تھیں یا ان میں جو کوتاہیاں ہوئیں ان کے ازالے کے لئے اسلامی شریعت کو نہ صرف ایک کامل ضابطہ کے روپ میں پیش کیا گیا ہے۔ بلکہ اس کے ہر قسم کے نقص و عیب سے بھی محفوظ رکھا گیا ہے۔ چنانچہ طلاق دینے کے متعدد شرائط رکھی گئی ہیں جن کو ملحوظ رکھنے کے باعث اول تو طلاق دینے کی نوبت ہی بہت کم آتی ہے۔ اور اگر آتی بھی ہے تو پھر دی ہوئی طلاق واپس لے کر مطلقہ عورت کو دوبارہ اپنی بیوی بنانے کا موقع حاصل رہتا ہے۔

چنانچہ جب کوئی شخص کسی وجہ سے اپنی بیوی کو طلاق دینے پر مجبور ہو جائے تو اصل اسلامی قانون کے مطابق اس کا سنت طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق نہ دے بلکہ پاکی کی حالت میں دے۔ اور پاکی کی حالت میں طلاق دینے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس نے اس دوران اپنی بیوی سے مباشرت نہ کی ہو۔ یعنی جس طہر (عورت کی پاکی کی حالت) میں وہ عورت کو طلاق دے رہا ہے اس میں اس سے ہم بستر ہوئے بغیر طلاق دے۔ اور اسلامی شریعت ان دو بنیادی شرائط کو عائد کرکے دراصل مرد کو طلاق دینے سے روکنا چاہتی ہے۔ وہ اس طرح کہ حیض کی حالت میں مباشرت کرنا طبی نقطۂ نظر سے سخت نقصان دہ بات ہے۔ جس کی وجہ سے بسا اوقات عورت کی جان کے

---

[1] دارقطنی، منقول از تفسیر قرطبی ۳/۲۰۶

لالے پڑ جاتے ہیں۔ اسی بنا پر یہ حالت ہفتہ عشرہ تک قائم رہتی ہے جو مردوں پر زیادہ تر شاق گزرتی ہے۔ اور وہ عورت کے پاک ہونے کی راہ دیکھتے رہتے ہیں۔ اب چونکہ شریعت نے یہ شرط رکھی ہے کہ عورت کو اگر طلاق دینا ہے تو اس کی پاکی کی حالت میں اور بغیر مباشرت کئے طلاق دو۔ تو اس شرط کو اکثر مرد پورا نہیں کر پائیں گے۔ نتیجہ یہ کہ طلاق کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔ اس طرح طلاق دینے کو اسلامی شریعت میں "طلاق سنت" کہا گیا ہے۔ یعنی طلاق دینے کا صحیح اور اور مسنون طریقہ۔

اسی طرح طلاق کا سنت طریقہ یہ بھی ہے کہ طلاق دینا اگر ضروری ہو تو صرف ایک طلاق دی جائے (تین طلاقیں نہ دی جائیں) جس کی رو سے بعد میں عدت کے اندر رجوع کرکے (دی ہوئی طلاق واپس لے کر) مطلقہ کو پھر سے بیوی بنا لینے کا اختیار باقی رہتا ہے۔ چنانچہ جب کوئی شخص طلاق کی ان شرائط کو پورا کرتے ہوئے اگر طہر کی حالت میں اپنے نفس پر جبر کرکے طلاق دے بھی دے تو ایک طلاق (اور اسی طرح دو طلاق) دینے کی صورت میں اسے اپنے فعل پر شرمندہ ہونے کی نوبت نہیں آتی۔ اس طرح شریعت نے قدم قدم پہ حکمت و مصلحت اور دانشمندی کا مظاہرہ کیا ہے تاکہ طلاق کی نوبت بہت کم آسکے۔ مگر تین طلاق ایک ساتھ یا ایک ہی طہر میں یا حیض کی حالت میں دے دینا لوگوں کی جہالت ہے جس کی وجہ سے رجوع کرنے کا موقع باقی نہیں رہتا۔

چنانچہ بیک وقت یا ایک ہی طہر میں یا حیض کی حالت میں طلاق دینے سے عورت فوری طور پر حرام ہو جاتی ہے جس کو اصطلاح میں "طلاق مغلظہ" کہتے ہیں۔ یعنی سخت طلاق۔ اور ایسی عورت کا حکم یہ ہے کہ جب تک وہ دوسرا نکاح کرکے دوسرے سے ہم بستری کے بعد طلاق حاصل نہ کرلے وہ پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں رہتی۔ یہ سخت ضابطہ شریعت نے اس لئے رکھا ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاق ہرگز نہ دے۔ بلکہ اس کے نتائج پر اچھی طرح غور کرلے۔ لیکن اگر وہ یہ سخت قدم اٹھائے گا تو پھر بیوی بھی بطور سزا اس پر حرام ہو جائے گی۔

تین طلاق کا مسئلہ اسلامی شریعت میں طلاق کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ عورت کو سنت طریقے کے مطابق ایسے طہر کی حالت میں جس میں اس سے مباشرت نہ کی ہو۔ صرف ایک طلاق دے کر چھوڑ دے۔ یہاں تک کہ اس کی عدت گزر جائے۔ اس کو اصطلاح میں "طلاق احسن" (سب سے اچھی طلاق) کہا جاتا ہے۔ اور طلاق سنت کی ایک دوسری قسم بھی ہے۔ جس کے مطابق عورت کو تین طہروں میں تین (ہر طہر میں ایک ایک) طلاق بھی دی جاسکتی ہے اور اسے "طلاق حسن" (اچھی طلاق) کہا جاتا ہے مگر اس صورت میں تیسری طلاق کے بعد عورت حرام (بائن مغلظہ) ہو جاتی ہے۔

ایسی طلاق جس میں رجوع کرنے کا حق باقی رہتا ہے وہ صرف ایک یا دو طلاق تک ہی ہوتا ہے جب کہ تین طلاقوں کے بعد عورت حرام (بائن مغلظہ) ہو جاتی ہے۔ اور اس میں حکمت یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک

طلاق دیتا ہے تو اسے عدت گزرنے سے پہلے رجوع کرنے کا حق حاصل رہتا ہے۔ اور اسے اپنے فیصلے پر غور و خوض کرنے کا بھی کافی موقع ملتا ہے۔ کیونکہ یہ مدت تین ماہ کی ہوتی ہے جس میں عورت کی جدائی اس پر بہت شاق گذرتی ہے۔ مگر جب وہ اپنے فیصلے پر نظر ثانی نہیں کرتا یا اس دوران (عدت کے اندر) اگر دوسری طلاق بھی دے دیتا ہے تو اس سے ظاہر ہوگا کہ اس نے عورت سے جدا ہونے کا پکا فیصلہ کر لیا ہے۔ اور اس بنا پر وہ مزید غور و خوض کو بیکار سمجھتا ہے اس کا یہ رویہ دو طلاقوں سے بخوبی ظاہر ہو جائے گا۔ اور تیسری طلاق قطعی فیصلہ کر دے گی کہ اسے بیوی کی ضرورت ہے یا نہیں؟ (یہ بات طلاق حسن کی صورت میں ہوگی۔ اسی وجہ سے قرآن مجید میں کہا گیا ہے کہ :۔

"طلاق دوبار ہے" (بقرہ ۲۲۹) یعنی طلاق رجعی دوبار ہے۔ جس میں طلاق دینے والے کو غور کرنے کا کافی موقعہ مل جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد "یا تو سیدھے طریقے سے روک لینا ہے یا سیدھے طریقے سے رخصت کر دینا" (بقرہ ۲۲۹) اس طرح شریعت نے زیادہ سے زیادہ تین طلاقوں کی حد مقرر کی ہے۔ اور اس میں بہت بڑی حکمت کارفرما ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر تین سے زیادہ مرتبہ طلاق دینے کا اختیار دیا جاتا تو اس صورت میں طلاق مرد کے لئے ایک ہتھیار یا ایک کھلونا بن جاتی۔ اور تین سے کم کا اختیار دینے کی صورت میں غور و فکر یا اپنے فیصلے پر نظر ثانی کا موضوع باقی نہ رہتا[1]

طلاق چونکہ اصلاً مکروہ ہے اسی وجہ سے تین کے اندر رجوع کرنے کا اختیار دیا گیا ہے اور تیسری طلاق کے بعد بیوی بطور سزا طلاق دینے والے پر حرام ہو جاتی ہے۔ کیونکہ بیوی کے روپ میں اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا کی جو سب سے بڑی نعمت عطا کی تھی اس کی اس نے صحیح قدر نہیں کی۔ بلکہ اس نعمت کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا ہے۔ تو اب اسے اس کے شرعی نتائج بھگتنے ہی ہوں گے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص خدا کی ایک نعمت کو حقارت سے ٹھکرائے بھی اور وہ اس سے چمٹا بھی رہے۔ یا اس انتہائی اقدام کے باوجود اسے اس نعمت سے مستفید ہونے کا موقع بھی دیا جاتا رہے۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک خلاف عقل بات ہوگی۔ لہٰذا اب اس کی سزا یہ ہے کہ اب اس کی بیوی جب تک کسی دوسرے مرد کا منہ نہ دیکھ لے وہ پہلے کے لئے حلال نہیں ہو سکتی۔ اور اس کے لئے بھی عورت کی رضامندی کے علاوہ نئے مہر سے اور نئے مہر کے ساتھ نکاح ضروری ہے۔ اور شریعت کا یہ پورا ضابطہ حکمتوں اور مصلحتوں سے بھرا ہوا ہے۔[2]

طلاق رجعی کی حکمت طلاق رجعی (لوٹانے والی طلاق جو تین سے کم ہو) میں نکاح نہیں ٹوٹتا۔ بلکہ باقی رہتا ہے جب تک عدت ختم نہ ہو جائے۔ بخلاف طلاق بائن کے جس میں نکاح باقی نہیں رہتا لہٰذا طلاق رجعی کی صورت میں شریعت

---

[1] شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ ۲/۱۳۹ میں اس موضوع پر جو اجمالی بحث کی ہے اس کی یہ شرح ہے۔ [2] امام ابن تیمیہ نے اپنے فتاویٰ ۳۲/۳۲۱ میں جو اجمالی اشارہ کیا ہے اس کی یہ شرح و تفصیل ہے۔

نے مرد کو عورت کی عدت ختم ہونے سے پہلے رجعت کرنے (دی ہوئی طلاق کو واپس لینے) اور مطلقہ کو پھر سے بیوی بنا لینے کا اختیار دیا ہے۔ تاکہ اگر کسی نے جلد بازی میں یا کسی فوری جذبے کی وجہ سے طلاق دے دی ہو تو اس کی تلافی کا موقع باقی رہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی قانون کی رو سے عدت کی حالت میں کسی غیر شخص کے لئے مطلقہ کو نکاح کا پیغام بھیجنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے ان دونوں کی اصلاح پر اثر پڑ سکتا ہے۔

طلاق سے پہلے صلح صفائی شریعت نے یہ تمام مصلحتیں نہایت دور اندیشی کے ساتھ رکھی ہیں۔ تاکہ معاشرے کی اصلاح اور سدھار کا کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ موقع بھی ہاتھ سے جانے نہ پائے۔ اور یہ ساری مصلحتیں ایک صحیح اور سچے مذہب ہی کی نشانی ہو سکتی ہے۔ مگر آج کل عام طور پر طلاق دینے کا جو غلط طریقہ رائج ہو گیا ہے اس کی وجہ سے اصلاح اور نظر ثانی کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ یعنی یک وقت یک بیک لفظ تین طلاق دینا اور اس طرح طلاق دینا اسلامی شریعت کی نظر میں خلاف سنت اور سخت گناہ کا باعث ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ میاں بیوی کا تعلق زندگی بھر کے لئے ہوتا ہے۔ اور وہ دونوں ایک دوسرے کے رفیق کار اور مونس و غم خوار ہوتے ہیں۔ بیوی اگر کچھ خامیاں ہوں تو کچھ خوبیاں بھی ہوتی ہیں جس طرح کہ خود میاں میں اگر کچھ خوبیاں ہوں تو کچھ خامیاں بھی ہو سکتی ہیں۔ لہٰذا دونوں کو برداشت کرنے کی عادت ہونی چاہئے۔ ورنہ زندگی کی گاڑی آگے نہیں بڑھ سکے گی۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ انسان میں سو فیصد خوبیاں ہی خوبیاں پائی جائیں۔ اور وہ پوری طرح فرشتہ نظر آئے۔ لہٰذا قرآن مردوں کو حقیقت پسندانہ نقطۂ نظر اپنانے کی دعوت دیتے ہوئے عورتوں کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرنے اور ان کی بعض ناپسندیدہ عادتوں نظر انداز کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ (نساء ۱۹)

لیکن پھر بھی اگر زوجین کے درمیان اختلاف برپا ہو جائے جو نزاع کی صورت اختیار کر لے تو اس وقت وہ حکم دیتا ہے کہ طرفین کی جانب سے ایک پنچ بیٹھ کر ان دونوں کے اختلافات کا فیصلہ کرے (نساء ۳۵)

اس کے باوجود بھی اگر اصلاح نہ ہو تو پھر آخری چارۂ کار کے طور پر طلاق کی اجازت دیتا ہے مگر تاکید ہے کہ سنت طریقے کے مطابق صرف ایک طلاق دی جائے تاکہ بعد میں دوبارہ مصالحت اور ملاپ کی گنجائش باقی رہے۔ ورنہ تین طلاق سے رشتۂ ازدواج پوری طرح منقطع ہو جاتا ہے۔

طلاق اصلاً فساد تمدن کا باعث طلاق چونکہ حقیقتاً فساد معاشرت اور فساد تمدن کا باعث ہے اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے اور اس فعل سے صرف شیطان اور اس کے کارندوں ہی کو خوشی ہو سکتی ہے۔ شیطان اور اس کے کارندے چاہتے ہیں کہ میاں بیوی میں پھوٹ پڑ جائے۔ جس کے نتیجے میں ایک خاندان ٹوٹ کر تباہ ہو جائے۔ ایک خاندان چونکہ معاشرے کی ایک اکائی (یونٹ) ہوتا ہے۔ لہٰذا جب کسی معاشرے کی اکائیاں بکھر جائیں تو پھر ظاہر ہے کہ ایسا معاشرہ پنپ نہیں سکتا۔ جیسا کہ آج مغربی ممالک کا حال ہے۔ جو طلاقوں کی کثرت بلکہ بھرمار کے باعث

آج اپنے زوال کے انتہائی منازل طے کر رہا ہے۔ اور اس کے اعداد و شمار حد درجہ ہولناک ہیں۔

اور اس سلسلے میں دوسری بات یہ ہے کہ جب کوئی خاندان ٹوٹ کر بکھر جاتا ہے تو اس سے طرح طرح کے معاشرتی فتنے پیدا ہوتے ہیں۔ اور اخلاقی برائیاں پھیلتی ہیں۔ جو تمدن و معاشرے کے استحکام میں رخنے پیدا کرتی ہیں اور اس اعتبار سے بھی آج مغربی ممالک کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔

اس سلسلے کی تیسری حقیقت یہ ہے کہ نکاح کے ذریعہ دو بیگانہ خاندانوں کے درمیان نسبی اور سسرالی حیثیت سے جو نیا رشتہ قائم ہوا تھا اور ان دونوں کے درمیان جو اتحاد اور یگانگت پیدا ہوئی تھی وہ طلاق کی بدولت آن کی آن میں ختم ہو جاتی ہے۔ اور ان دونوں میں مستقل نفرت اور دشمنی پیدا ہو جاتی ہے۔

اسی وجہ سے ابلیس کا کوئی کارندہ جب میاں بیوی کے درمیان پھوٹ اور نفاق پیدا کر کے ان دونوں کو جدا کر دیتا ہے تو ابلیس اس فعل کو اس کارندہ کا ایک کارنامہ تصور کرتے ہوئے اس کی پیٹھ ٹھونکتا ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے پھر وہ اپنے کارندوں کو بھیجتا ہے (تاکہ وہ لوگوں کو گمراہ کریں) تو ان میں اس کا مقرب ترین کارندہ وہ ہوتا ہے جو سب سے زیادہ فتنہ گر ہو۔ چنانچہ جب کوئی کارندہ آکر اسے یہ رپورٹ دیتا ہے کہ اس نے فلاں فلاں کام کیا ہے تو وہ کہتا ہے کہ تو نے کچھ نہیں کیا۔ پھر ان میں کا ایک کارندہ آکر کہتا ہے کہ میں نے فلاں شخص اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی پیدا کر دی ہے تو وہ اسے قریب کر لیتا ہے اور کہتا ہے کہ ہاں تو نے واقعی کچھ کام کیا ہے[1]

یہی وجہ ہے کہ اسلام میں بلا وجہ طلاق دینا تو درکنار طلاق کا نام تک زبان پر لانے کی سخت ممانعت ہے۔ اور اسی بنا پر ہنسی مذاق کی طلاق کو بھی نافذ قرار دیا گیا ہے۔ تاکہ کوئی بھولے سے بھی اس کا تصور یا تلفظ نہ کرے۔ غرض طلاق پر بندش عائد کرنے کے جتنے بھی عقلی طریقے ممکن ہو سکتے تھے ان سب کو اسلامی شریعت نے اختیار کیا ہے۔

طلاق ایک معقول اور سائنٹیفک قانون

اس بحث سے بخوبی واضح ہو گیا کہ اسلامی شریعت ایک معیاری، معقول اور متوازن شریعت اور ایک سائنٹیفک قانون ہے جو آزاد جنسی تعلقات اور "ذوافیت" (جنسی مزہ چکھنے پھرنے) پر پابندی عائد کرتے ہوئے صرف نکاح کی حدود میں اپنی جنسی خواہش پورا کرنے پر زور دیتی ہے۔ اور غیر نکاحی طریقوں سے اجتناب کرنے کی تاکید کرتے ہوئے ہر مرد اور عورت کو پاکیزہ زندگی بسر کرنے پر ابھارتی ہے۔ اور طلاق کی اجازت سخت مجبوری کی حالت میں دیتی ہے جب کہ اصلاح معاشرہ کے نقطہ نظر سے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہ

---

[1] صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین ۴/۲۱۶۷ مطبوعہ ریاض۔

رہ جائے۔ ظاہر ہے کہ اس اعتبار سے یہ قانون "دورِ وحشت" یا "قرونِ مظلمہ" کی کوئی یادگار نہیں بلکہ ایک معقول اور سائنٹیفک قانون ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ ایک زندہ اور ترقی یافتہ مذہب اور ایک صالح و متوازن معاشرے کے لئے قانون طلاق کو قبول کئے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج دنیا کی اکثر و بیشتر متمدن قومیں جو عصرِ حاضر تک اس قانون کو قبول کرنے سے انکار کرتی رہیں وہ بھی اب بیسیویں صدی میں اسے قبول کرنے پر مجبور نظر آ رہی ہے۔ اور اس سلسلے میں عیسائیت اور ہندومت کی واضح مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طلاق کا قانون اور رواج کوئی دقیانوسی چیز نہیں بلکہ موجودہ ترقی یافتہ دور کی ایک اہم ضرورت ہے۔ اور اسلام دنیا کا پہلا مذہب ہے جس نے چودہ سو سال پہلے ایک مکمل، معقول اور سائنٹیفک ضابطہ پیش کر کے عصرِ جدید کی بخوبی رہنمائی کی ہے۔ اور موجودہ ترقی یافتہ دنیا کو جلد بدیر اس مکمل ضابطہ کو تسلیم کئے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ضابطہ ہر قسم کے افراط و تفریط سے پاک جامع اور حکیمانہ ضابطہ ہے جس میں مرد اور عورت دونوں کے حقوق کی پوری پوری رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے اور اس میں عورت پر ظلم یا اس کے حقوق پر دراندازی کا کوئی شائبہ بھی موجود نہیں ہے۔ جیسا کہ آج مخالفین اسلام بطور پروپیگنڈہ کہتے ہیں۔ بلکہ یہ قانون آج اکثر صورتوں میں عورت کی جان بچاتا ہے۔ اور خاص کر ہندوستان میں، جہاں پر جہیز کی وبا کے سبب سے ہزاروں عورتوں کو دن دہاڑے جلا کر یا گلا گھونٹ کر مار دیا جاتا ہے۔ اگر ہندو مذہب میں طلاق کا قانون عام ہوتا تو یہ صورت حال کبھی نہ پیش آتی۔ بلکہ بے کس و مظلوم عورتوں کی جان بچ جاتی۔

خلاصہ بحث | حاصل یہ کہ ایک صالح معاشرہ کی تعمیر کے لئے بعض اوقات طلاق کا ضابطہ نہایت ضروری ہوتا ہے۔ ہاں البتہ اس کا غلط استعمال خرابیاں پیدا کر سکتا ہے۔ لہذا اس معاملے میں افراط اور تفریط سے بچتے ہوئے اعتدال اور میانہ روی اختیار کرنا چاہئے۔ ظاہر ہے کہ نکاح کا مقصد محض یہ نہیں ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت کسی نہ کسی طرح ایک دوسرے کے ساتھ بندھے رہیں۔ خواہ ان دونوں کے باہمی روابط کتنے ہی کشیدہ کیوں نہ ہوں بلکہ مقصودِ حقیقی یہ ہے کہ ان دونوں کے ملاپ سے ایک اچھی اور خوشحال زندگی وجود میں آئے۔ اور وہ دونوں اپنی زندگی کا سفر ایک دوسرے کے حقوق و واجبات کو ادا کرتے ہوئے خوش اسلوبی کے ساتھ طے کریں۔ لیکن جب دونوں کے تعلقات سخت کشیدہ ہو جائیں۔ جس کی بنا پر یہ اندیشہ ہو جائے کہ وہ اللہ کی مقرر کردہ حدود (حدود الٰہی) کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو اس صورت میں ان دونوں کا الگ ہو جانا ہی معاشرے کے حق میں بہتر ہوگا۔ اور اس قسم کے سخت حالات میں بھی علیحدگی کا دروازہ نہ کھولنا انسان سے اس کے آزادانہ حق انتخاب کو چھیننے کے مترادف ہوگا۔ ظاہر ہے جب کسی انسان کی ازدواجی زندگی اجیرن ہو گئی ہو اور وہ متوقع خوشیوں اور مسرتوں سے محروم ہو چکا ہو، مگر اس کے باوجود بھی اگر اسے علیحدگی کا حق نہ ملے تو اس کے سامنے دو ہی راستے رہ جاتے ہیں۔ یا تو وہ خودکشی کرلے یا ... کا

(باقی ص ۵۶)

محفوظ قابلِ اعتماد مستعد بندرگاہ
بندرگاہ کراچی
جہازرانوں کی جنّت

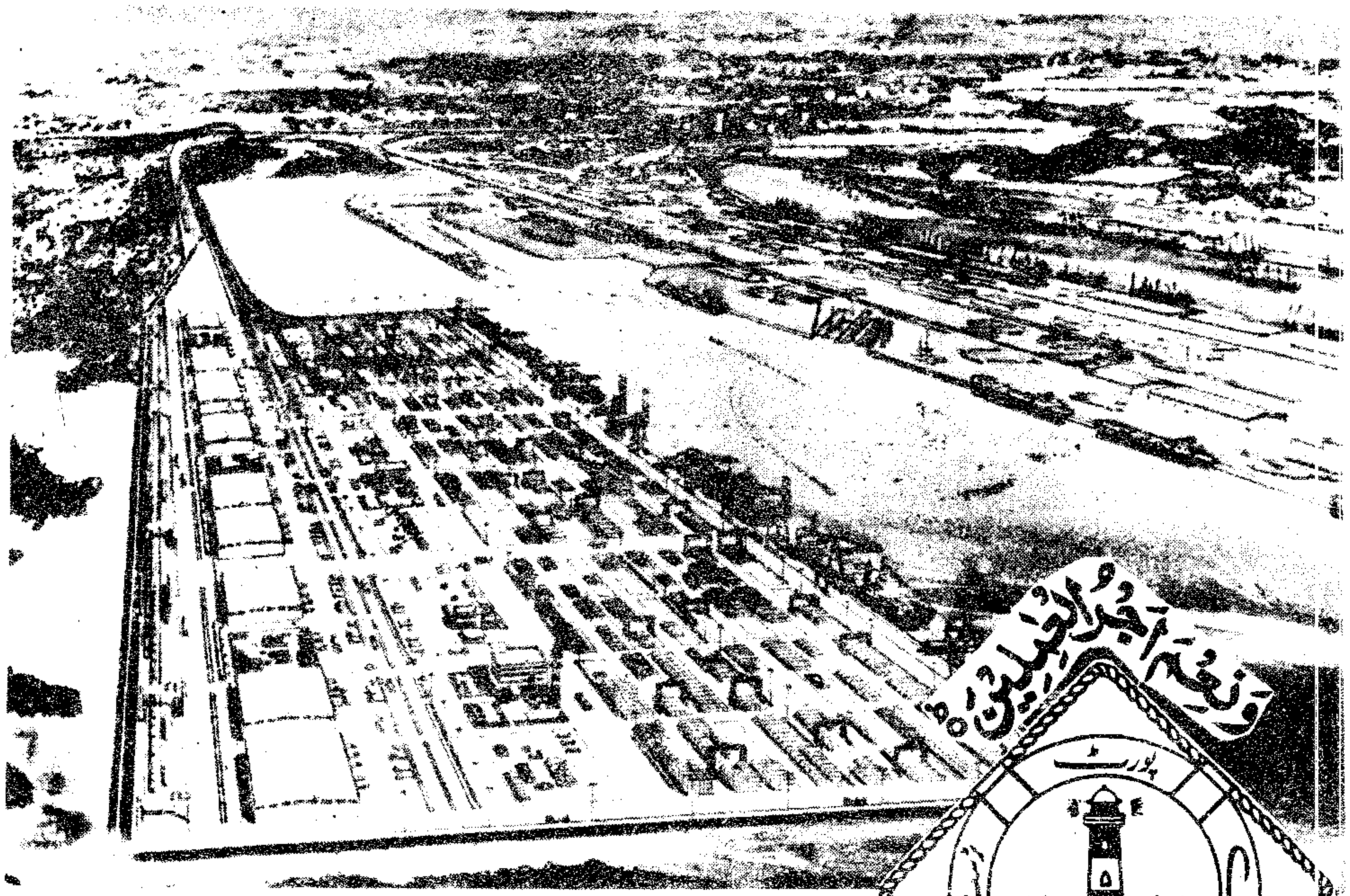

بندرگاہ کی خدمات کے جدید انداز کے ساتھ
عالمی تجارت کے لئے پُرکشش
پاکستانی معیشت کی تعمیر کے لئے کوشاں

ہماری کامیابیوں کی بنیاد

- انجنیئرنگ میں کمالِ فن
- جدید ٹیکنالوجی
- مستعد خدمات
- باکفایت اخراجات
- مسلسل محنت

۲۱ ویں صدی کی جانب رواں

بمع

جدید مربوط کنٹینر ٹرمینلز
نئے میرین پروڈکٹس ٹرمینل
بندرگاہ کراچی ترقی کی جانب رواں

KPT · 4 / 88. PID - Islamabad

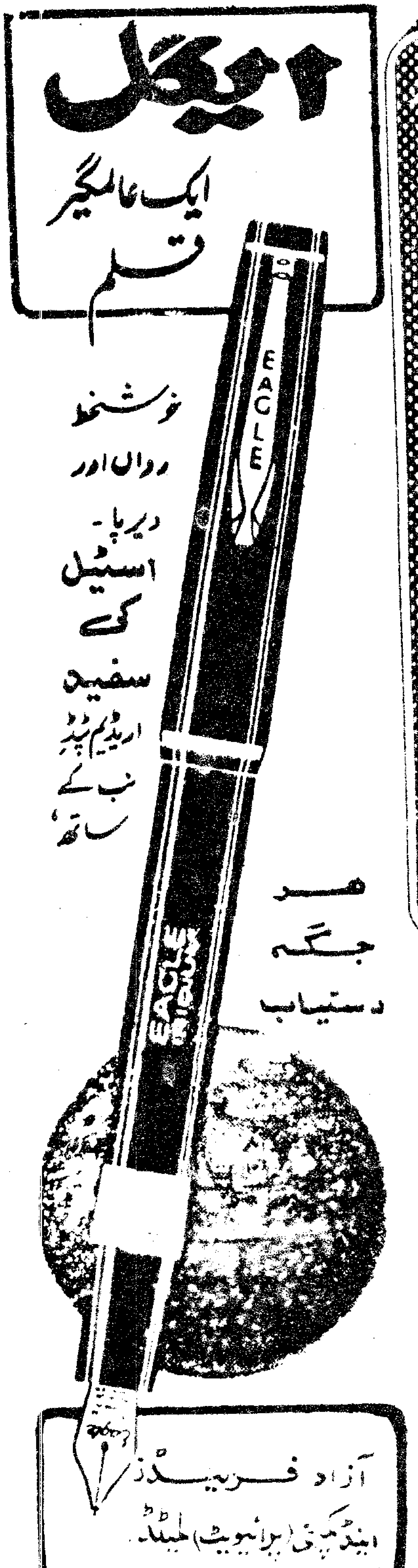

ایگل
ایک عالمگیر
قلم
خوشخط
رواں اور
دیرپا۔
اسٹیل
کے
سفید
اریڈیم ٹپڈ
نب کے
ساتھ
ہر
جگہ
دستیاب
EAGLE
آزاد فرینڈز
اینڈ کمپنی (پرائیویٹ) لمیٹڈ

دلکش
دلنشیں
دلفریب
حسین
کے
پارچہ جات
مرد و زن دونوں کے ملبوسات کیلئے
موزوں۔ حسین کے پارچہ جات
شہر کی ہر بڑی دکان پر
دستیاب ہیں۔
FABRICS
خوش پوشی کے پیش رو
حسین ٹیکسٹائل ملز
حسین انڈسٹریز لمیٹڈ کراچی

پاکستان کا
نمبر
1
بائیسکل
سہراب